تک امن کی ہدایت ہے۔ قرآن جہاں امن و آشتی کا درس دیتا ہے۔ وہاں ضرورت محسوس ہونے پر اپنے دفاع کے لئے تشدد کی بھی صاف صاف اجازت دیتا ہے۔ یہ فیصلہ ہم پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ کہ ہمیں کہاں امن و آشتی کا ہاتھ بڑھانا اور کہاں تشدد کا مقابلہ تشدد سے کرنا ہے۔"

کرنل قذافی اس سوال کا جواب دے رہے تھے۔ کہ اللہ کی رحیمی اور رحمانی صفت کے ساتھ ساتھ جنگ و جدال کے کیا معنی ۔۔؟ قذافی ایمان و یقین سے معمور ہیں۔ مغربی پروپیگنڈہ میں آکر ارتیابی ذہنیت کے مریض نہیں کہ اسلام کی تفسیر میں تاویل اور معذرت کا انداز اختیار کریں۔ انہوں نے جہاد کی حقیقت سمجھائی اور جری انداز میں کہا:

"ہم جب آزادی کی جنگ لڑتے ہیں تو صرف عربوں اور مسلمانوں کے لئے نہیں بلکہ ساری نوع انسان کے لئے سمجھ کر جہاد کرتے ہیں۔ خدا کا کلام قرآن حکیم سب کے لئے ایک سا پیغام اور ایک سی ہدایت ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو اس میں اور دوسری کتاب میں امتیاز ہی کیا ہو سکتا تھا۔؟ یہود کے لئے تورات یا عیسائیوں کے لئے انجیل تھی۔ مگر قرآن ساری نوع انسانی کے لئے نازل ہوا۔"

مسلمانوں کی عظمت رفتہ کی بحالی اور فلسطین کی واپسی کے بارہ میں اس سراپا عزیمت حکمران نے کہا:

"جی ہاں ہم ماضی کو واپس لا سکتے ہیں۔ اور لا کر رہیں گے۔ ہم ماضی کی یاد تازہ کریں گے۔ فلسطینیوں کو اپنے وطن میں واپس جانا اور یہودیوں کو کہیں اور سر چھپانا ۔۔۔۔۔۔"

یہ ایک جھلک ہے اس مرد مومن کے عزائم کی جس کے دم سے عربوں میں ایک نیا ولولہ اور تازگی پیدا ہو رہی ہے۔ اور جو ایسے مومنانہ جذبات اور عزائم کی وجہ سے آج دنیا بھر کے کروڑوں مسلمانوں کے دلوں کی دھڑکن بنتا جا رہا ہے۔ کاش! ہمیں بھی کوئی قذافی میسر ہو جاتا جو اپنے جوش اور غیرت ایمانی سے نئی زندگی اور نئے جوش سے سرشار کر دیتا۔

---

ادھر کوریا کا ثقافتی طائفہ آ رہا ہے۔ ادھر ترکی کے فن کار رخصت ہو رہے ہیں۔ ہر طرف سے طائفوں کی آمد آمد ان طائفوں کے نیم عریاں رقص، ومرد و اور تھرکتے ہوئے جسموں کی ایک دھوم ہے کراچی سے خیبر تک پورا ملک ان کی زد میں ہے۔ فحاشی، بے حیائی، عریانی اور اخلاق باختگی کا کونسا نمونہ تھا۔ جو اس اسلامی مملکت کے ہر بڑے چھوٹے شہر اور اس کے سینماؤں اور کلبوں میں ان طائفوں یا "طوائفوں" نے پیش نہ کیا ہو۔ نہ صرف کلبوں میں بلکہ بازاروں میں اسٹیڈیم میں پارکوں میں ہزاروں کے سامنے شرفاء اور

حکام کے سامنے مردوں عورتوں بچوں کے سامنے وہ سب کچھ کیا گیا کہ شرافت اور حیا سر پیٹ کر رہ گئی۔ اور یہ سب کچھ انفرادی طور پر نہیں سرکاری اہتمام میں۔ جنہیں دیکھنے کی "سعادت" نہ مل سکی اخبارات اور پھر ٹیلی ویژن انہیں کب محروم رکھتے، وہ بھی محظوظ ہو گئے۔ بلکہ اس پر بس نہیں کی، یہ ثقافتی طائفے اپنی مجالس، انٹرویوز اور گفتگو میں ہماری مردہ غیرت پر تھوک بھی گئے۔ مردہ حمیت کو لاتیں بھی ماریں مگر بے غیرت ضمیر کی نیند اور بھی گہری ہوتی چلی گئی۔

ایک ٹرکش فنکار نے اپنے پاکستان آنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے کہا کہ "آپ لوگ ایک بہت بڑے طوفان (مشرقی پاکستان کی جدائی، کروڑوں کی غلامی، لاکھوں کی قید، رہے سہے ملک کی ذلت و پستی) سے گزرے ہیں۔ آپ رنجیدہ ہیں۔ ہم آپ کی تفریح طبع کا سامان مہیا کرنا چاہتے تھے۔" مس نادیہ نے کہا کہ کلچر اور مذہب کے معاملہ میں ہندوستانی پاکستانیوں سے زیادہ ترقی یافتہ ہیں۔ (بس ایک آنچ کی کسر رہ گئی ہے، وہ بھی پوری ہو جائے گی۔) مس قلوپطرہ نے کہا کہ مکمل عریانی کو اپنا کر ہم اخلاق درست کر سکتے ہیں۔ اس طائفہ کو اگر چڑ تھی تو یہاں کی مذہبی تنظیموں سے، اور چند حیادار مسلمانوں سے، کہ وہ ہمیں ایسا کرنے نہیں دیتے۔ جو بقول ان کے خود کو اچھے مسلمان تو کہتے ہیں، مگر اچھے انسان نہیں کہتے۔ —— آگے بڑے پتے کی بات کہی۔ کہ ہمارے ترقی پسند تو سن کر اچھل پڑیں۔ فرمایا خدا کرے آپ کے ہاں بھی کمال اتاترک کے کارنامے کو دہرایا جائے۔

—— جی ہاں! دہرایا جا رہا ہے۔ بہت کچھ دہرایا گیا۔ مگر ترکوں نے بھی اس صیہونی ایجنٹ دشمن اسلام ملعون و مغضوب کمال اتاترک کے کارناموں کا مزہ چکھ لیا۔ اور پاکستان کا زخم تو ابھی ہرا ہے۔ کچھ کمی ہے تو وہ بھی بہت جلد پوری ہو کر رہے گی۔ ایک اور فنکار مسٹر کمال نے کہا کہ اے لوگو اپنے ان نام نہاد مسلمانوں اور علماء کا محاسبہ کرو جو خلوت کدوں میں ہمیں گالیاں دیتے ہیں اور اندرون ملک انتشار پھیلانے کے ساتھ باہر بھی ملک کی ساکھ کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔" مس نخلہ کا تبصرہ تھا کہ پاکستانی جنسیات کے معاملے میں بڑے زبردست واقع ہوئے ہیں —— یہ اور اس قسم کے بیشمار رکیک جملے، بے حیائی اور عیاشی کی رغبت اور غلاظت کے ہزارہا ہزار نمونے آٹھ طائفوں کے صرف ایک انٹرویو میں مل سکتے ہیں۔ جو ماہناموں میں چھپے ہیں اور بکے اور اگر آپ کو ایسی باتوں پر اچنبھا ہے تو ذرا اپنی سب سے بڑی نمائندہ مجلس "قومی اسمبلی" میں آکر اپنی منتخب ممبر یا عفت خواتین کے ڈائیلاگ اور تقاریر سن لیجئے یہی انداز بیان یہی استدلال یہی جرأت رندانہ نظر آئے تو جو نہ سرزنش ہو کر سکتے ہیں —— یہ اس قوم کی حالت ہے۔ جو آگ اور خون کے طوفان سے گذری نہیں بلکہ دن بدن ذلت، پستی، رسوائی اور تباہی کے گڑھوں میں دھنستی چلی جا رہی ہے۔ مگر وہ اپنا غم ایسے حیا باختہ پروگراموں میں محو ہو کر مٹانا چاہتی ہے۔ پس کیا اس سے بڑھ کر بھی کسی نصیحت اور عبرت کی ضرورت ہے۔ فھل من مدکر۔

واللّٰہ یقول الحق وھو یھدی السبیل۔

سمیع الحق